والد ماجد حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ کر دیتے۔ ہزاروں لوگ ان کے خطبات سے راہِ ہدایت پا گئے اور ان کا عقیدہ و عمل درست ہو گیا۔

غیرت و خودداری اور فقرِ ابوذر رضی اللہ عنہ کے مجسم پیکر تھے۔ کئی مرتبہ بڑی سے بڑی پیشکش ہوئی مگر ہمیشہ ایسے تر نوالے کو ٹھکرا دیا جس سے روباہی آتی ہو۔ گھر میں استعمال کے چند برتن اور پہننے کے لیے دو چار جوڑے، مگر اپنی علمی پیاس بجھانے کے لیے پورا کتب خانہ تھا۔ آرام کے لیے رکھی گئی چارپائی کے نزدیک کتابوں کے انبار لگے ہوتے۔ اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل اپنا ملکیتی مکان اور سامان مدرسہ کو وقف کر دیا تھا۔ خود کونے کے ایک چھوٹے سے کمرے میں رہنا شروع کر دیا۔ آج کے دور میں قربانی اور ایثار کی یہ بہت بڑی مثال ہے۔

وفات سے دو تین ہفتے قبل نشتر ہسپتال ملتان میں داخل کرا دیا گیا، مگر مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کا آخری حکم آ پہنچا، آخری وقت مکمل ہوش میں تھے اور فرما رہے تھے کہ ”موت میری آخری خواہش ہے۔“ مگر یہ خواہش دنیا کے مصائب سے تنگ ہو کر نہیں تھی بلکہ تعلق مع اللہ، آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے محبت کا نتیجہ تھی، موت کی سکرات میں پاؤں سے سینے تک جان نکلنے کی کیفیت بتاتے رہے، مسلسل استغفار کرتے رہے، کلمۂ شہادت پڑھتے رہے اور پھر خاموش ہو گئے۔ مگر زبان ذکرِ الٰہی میں مشغول رہی تا آنکہ آپ کی روح پرواز کر گئی۔ آپ کی اہلیہ آپ سے ایک سال قبل پندرہ برس کی طویل علالت کے بعد انتقال کر گئی تھیں۔ اولاد بالکل نہیں تھی مگر اپنے بعد ہزاروں دل گرفتہ انسانوں کو روتا ہوا چھوڑ گئے۔ تاہم اُن کے سینکڑوں خطبات اور تحریریں ہماری رہنمائی کرتے رہیں گے۔ جو ان کا صدقۂ جاریہ ہے۔ (اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ، آمین)

ترے خط کھول کر بیٹھا ہوا ہوں

ڈاکٹر وحید الرحمٰن خان*

پروفیسر سید محمد ذوالکفل بخاری شہید کو اس دنیا سے گئے ایک سال بیت گیا ہے۔ آئندہ صفحات میں دوستوں نے اُن کی یادوں کو تازہ کیا ہے۔ (ادارہ)

مرحوم دوست ذوالکفل بخاری کے دو محبت نامے میرے پیشِ نظر ہیں اور میری کیفیت وہ ہے جو شاعر نے بیان کی تھی:

پلک سے روح تک بھیگا ہوا ہوں
ترے خط کھول کر بیٹھا ہوا ہوں

پہلے خط میں دوست نے میرے والدِ محترم پروفیسر حفیظ الرحمٰن خان صاحب سے مکہ مکرمہ میں ملاقات کا تذکرہ کیا ہے، جنابِ اسلم انصاری اور ان کے فرزند آصف انصاری کو محبت آمیز سلام پیش کیے ہیں اور میری ایک فرمائش کو پورا کرنے کی نوید سنائی ہے...... میں نے اپنی تصنیف ”خامہ خرابیاں“ کے دیباچے کے لیے ان سے استدعا کی تھی۔ دوست کو ادبی شہرت کی مطلق تمنا نہ تھی۔ لکھنے لکھانے اور چھپنے چھپانے سے وہ بے نیاز رہنے لگے تھے۔ انھیں ایک ”الف“ درکار تھا جسے وہ پا گئے تھے۔ اس خط میں یہ احساس ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

دوسرے خط میں میرے ایک پسندیدہ فقرے کا ذکر ہے...... دراصل ایک محفل میں بزرگ ادیب تاثیر وجدان مرحوم نے ایک طویل مقالہ پڑھا اور ہر پیراگراف کے اختتام پر وہ سامعین کی ”تسلی“ کے لیے یہ جملہ ادا کرتے تھے۔ مقالے کی طوالت اور جملے کی ظرافت نے ایک دل چسپ ماحول پیدا کر دیا اور بعد ازاں ہم دنوں اسے ”ضرب المثل“ کے طور پر استعمال کرنے لگے۔

وہ مزید تعلیم اور ملازمت کے سلسلے میں ملتان یا لاہور رہنے کے آرزومند تھے۔ ہمارے درمیان اس ضمن میں مشورے رہا کرتے تھے۔ مکتوب میں اس حوالے سے جو باتیں آئی ہیں وہاں آنے والے واقعات کی دھندلی سی تصویر دیکھی جا سکتی ہے۔ مجھے یوں لگتا ہے کہ جیسے دوست کو مرگِ ناگہانی کا خفیف سا ادراک ہو چکا تھا۔ انھوں نے ایک دوبار گفتگو میں بھی اس طرح کا اظہار کیا تھا۔ اس خط میں انھوں نے میری چھوٹی بیٹی ایمن رحمٰن کو بھی شفقت سے یاد کیا ہے۔

ان دو خطوں میں دوست کے اسلوب کی دل کشی اور شگفتگی ملاحظہ کی جا سکتی ہے۔ وہ ایک صاحبِ طرز ادیب تھے۔ ذوالکفل بخاری میرے مہربان دوست تھے۔ ان کی یاد بھی انھی کی طرح مہربان ہے......

* شعبۂ اردو، یونیورسٹی آف ایجوکیشن، لاہور

پہلا خط

۲۰۰۳ء/۳/۸/ اُملج

جانِ برادر! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے ڈنڈی ماری، اور بالکل ’’چلاؤ‘‘ قسم کا خط لکھا۔ بالکل میری طرح:

اپنے عشاق سے ایسے بھی کوئی کرتا ہے؟

خیر...... قبلہ حفیظ صاحب سے مکہ مکرمہ میں ملاقات ہوگئی تھی۔ دوبارہ ممکن نہ ہوا۔ میں کوئی خدمت بھی نہ کر سکا۔ اس کا افسوس بہت ہے۔ میرے غائبانہ شناسا اور آپ کے دوست خالد سراجی صاحب کی مہربانی سے ٹیلیفونی رابطہ بہرحال رہا۔ کچھ کتابوں کی نشان دہی (سفرنامے کے سلسلے میں) میں نے کی تھی، وہ انھوں نے لے لیں۔ ایک کتاب کا ذکر انھوں نے فرمایا۔ وہ کچھ مہنگی تھی۔ میں نے پاکستان بلکہ ملتان میں اس کا متبادل عرض کر دیا تھا۔ بعد میں مجھے خیال ہوا کہ ہوسکتا ہے متبادل سے وہ بات نہ بنے اور ہوسکتا ہے حفیظ صاحب قبلہ، میری تجویز کو ’’خدمت‘‘ سے پہلوتہی خیال فرمائیں۔ واللہ ایسا نہیں۔ آپ بلا تکلف مجھے بتلا دیں۔ ضرورت ہو تو میں مدینہ جب بھی گیا، وہ کتاب لے لوں گا۔

اور کیا حال ہے؟ خط لکھنے میں تاخیر اس لیے ہوئی کہ آج کل میں، میرا تبادلہ متوقع ہے۔ ڈاک کا پتا بدل جائے گا۔ نیا پتا ملے تو اسے روانہ کروں۔ ہاں...... آپ نے ایک پرانی فرمائش دہرائی۔ میں نے جو میری سمجھ میں آیا...... لکھ دیا ہے۔ سچ کہتا ہوں، میں بہت کچھ لکھا پڑھا، بھول گیا ہوں۔ اور اب، جو تھوڑی بہت کھرچن اور تلچھٹ سی باقی ہے اسے بھلا دینا چاہتا ہوں۔ ہمارے نصیب میں ڈھنگ سے لکھنا پڑھنا، نہ ہوا۔ نہ سہی۔

نہیں ہے جامِ صافی نہ سہی ہم دُرد پی لیں گے
ہمیں تو تیری خوشنودی فقط مطلوب ہے ساقی!

کاش ہمیں فقط اس کی خوشنودی ہی مطلوب ہوتی! اور کیا لکھوں......؟ کبھی کبھی خط لکھ دیا کریں۔

والسلام
محتاجِ دعا
ذوالکفل

پس نوشت:

میرا، ایک دوسرے سکول میں تبادلہ ہوگیا ہے۔ نیا پتا یاد سے لکھ لیں۔

آصف انصاری کہاں ہیں؟ مستقلاً لاہور؟ یا صرف سی ایس ایس کر رہے یا کچھ اور بھی؟ میرا سلام کہیے۔ بڑے انصاری صاحب کو (عربی انداز میں) ماتھا چوم کر سلام!